**شیخ ابن عربی اور ان کے صوفیانہ افکار کا علمی جائزہ**

**(A scholarly review of Shaykh Ibn Arabi and his mystical thoughts)**

**ڈاکٹر ضیاء اللہ خان جدون[[1]](#footnote-2)• ڈاکٹرمنیر احمد [[2]](#footnote-3)•[[3]](#footnote-4)•**

Sheikh Ibn Arabi is a famous Sufi of Islam. Sheikh Ibn Arabi certainly started a new era of Sufism in Islam which left a deep impression. He wrote many books on Islamic Sufism in which he also wrote some things with which some Islamic scholars strongly disagree. Due to his unfamiliarity with the style of writing, great misunderstandings have arisen. However, some people are so attached to the Sheikh that they consider him the Imam of Sufism and call him the Qutb-e-Ma'rifat. So some people, without interpreting his sayings, impose fatwas on him up to disbelief. Therefore, it is necessary to take a brief look at the mystical thoughts of the Shaykh in order to find out what kind of Sufi Ibn Arabi was.

**Keywords:** Ibn-Arabi, Sufism, mystical thoughts, Sufi, Islam,

شیخ ابن عربی کا پورا نام محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبد اللہ بن حاتم طائی ہے۔آپ کا لقب محی الدین اور کنیت ابن عربی ہے۔اپنے نام کے بجائے اسی کنیت سے آپ معروف ہیں۔ اسی طرح آپ کو شیخ اکبر بھی کہا جاتا ہے۔آپ اندلس کے جنوب مشرقی شہر مرسیہ میں 560ھ بمطابق 28 جولائی 1165ء کو پیدا ہوئے[[4]](#footnote-5)۔ 578ھ کو اشبیلیہ منتقل ہوئے[[5]](#footnote-6)، جب کہ بقول صاحب نفح الطیب یہ تاریخ 568ھ کی تھی[[6]](#footnote-7)۔ اسی طرح آپ کا قیام مرسیہ میں صرف آٹھ سال رہا۔ آپ عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے خاندان بنو طے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے اسپین کے فتح کرنے کے بعد آپ کے جد امجد یہاں آئے تھے۔ ابتدائی تعلیم مرسیہ اور اشبیلیہ میں حاصل کی۔ ابو بکر بن خلف سے قرات اور محمد بن شریح کی کتاب الکافی پڑھی۔ قرطبہ میں ابن بشکوال جیسے مشہور عالم دین سے خوب استفادہ کیا اور ان سے کئی کتابیں پڑھیں[[7]](#footnote-8)۔ پھر اندلس سے نکلے اور مشرق کا سفر کیا اور ابن عساکر اور ابن جوزی سے سند اجازت حاصل کی۔ اسی طرح مصر، بغداد، موصل گئے۔ کچھ عرصہ مکہ میں قیام کیا اور آخر میں دمشق میں ٹھہرے یہاں تک کہ 638ھ بمطابق 1240ء میں دمشق ہی میں فوت ہوئے[[8]](#footnote-9)۔

ابن عربی آٹھ برس کے ہوں گے جب ان کے خاندان نے مرسیہ کو خیرباد کہا اور اندلس میں مؤحدین کے پایہ تخت اشبیلیہ میں سکونت اختیار کی۔اشبیلیہ اس وقت مغرب میں علم وادب اور فلسفہ وسائنس کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ابن عربی تیس سال تک وہاں رہے[[9]](#footnote-10)۔اور اپنے دور کے مشہور علماء کرام سے استفادہ کرتے رہے۔اپنی ذکاوت اور علمی استعداد کے بل بوتے جلد ہی اپنے ہم عصر علماء میں ممتاز ہوگئے۔ان کے علم وفضل کے اعتراف میں حکومت اشبیلیہ نے انہیں دبیر وکاتب کے عہدے پر فائز کردیا۔اوائل شباب میں روحانی منازل سے واقف ہوئے اور جلد ہی کشف وشہود کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔جب ان کی شہرت مشہور فلسفی ابن رشد تک پہنچی تو اس کو ابن عربی سے ملنے کا شوق ہوا اور ان کے والد کے اہمتام کے لیے کہا۔دونوں حضرات کی ملاقات قرطبہ میں ہوئی۔ملاقات کیا تھی؟ دو بلند پایہ شخصیات کا اجتماع تھا۔دونوں اپنے اپنے میدان اور فیلڈ کے فقید المثال شہسوار تھے۔ایک مشائی فکر اور دلیل وبرہان کا بے تاج بادشاہ اور دوسرا کشف وشہود اور وجد وعرفان کا شہنشاہ۔جن میں ایک سے راستہ آگے چل کر مسیحی دنیا کو اختیار کرنا تھا اور دوسرا اسلامی دنیا کو، دونوں نے فلسفی انداز میں آپس میں باتیں کیں، سوال جواب ہوا اور ابن رشد ابن عربی کی علمیت سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکا[[10]](#footnote-11)۔شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ ابن عربی نے ابوالبرکات جمال الدین بن یونس بن یحییٰ الہاشمی سے خرقہ پہنا جب کہ انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی سے خرقہ پہنا تھا[[11]](#footnote-12)۔

شیخ ابن عربی کے طرز تحریر سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔گرچہ بعض لوگ شیخ کے اس قدر گرویدہ ہیں کہ وہ انہیں تصوف کا امام سمجھتے ہیں اورانہیں قطب معرفت کہتے ہیں۔ تو بعض ان کے اوقوال کی تاویلات کئے بغیر ان پر کفر تک کے فتوے لگاتے ہیں۔اس لیے ضرور ہے کہ اول شیخ کے فلسفہ کا خلاصہ پیش کیا جائے تاکہ معلوم ہوجائے کہ شیخ کس فلسفہ کی بات کرتے ہیں۔شیخ ابن عربی نے یقیناً اسلام میں تصوف کا ایک نئے دور کا ابتداء کیا جس نے ایک گہرا اثر پیچھے چھوڑا۔شیخ ابن عربی کے فلسفہ یا تصوف کی بات کی جائے تو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ان کے تصوف اور فلسفہ کا دارومدار ان اصولوں پر مبنی تھا؛

1۔ وجود بالذات حق تعالیٰ میں منحصر ہے، ماسوا اللہ تعالیٰ کا وجود بالعرض ہے۔

2۔ وجود معنیٰ مایۃ الموجودیۃ عین ذات حق ہے، حق تعالیٰ کے سوا جتنے ہیں سب انتزاعی ہیں، ان کا وجود مستقل تو کجا ، وجود انضمامی بھی نہیں ہے۔

3۔ اسمائے الہیہ نیز ممکنات لاعین ہے ولاغیر ہیں۔یعنی ان کا منشاء ذات حق ہے اور بعد انتزاع ومفہوم ہونے کے غیر ہیں۔

4۔ علم ومعلومات حق یعنی اعیان ثابتہ کا مرتبہ قبل قدرت وادارہ ہے یعنی غیر مخلوق ہیں۔

5۔ اعیان ثابتہ وحقائق اشیاء ظہورات اسمائے الہیٰ کے امکانات ہیں۔جن کو وجود خارجی کی بو تک نہیں پہنچی۔

6۔ کُن سے پہلے مراتب داخلی والہی ہیں اور کن کے بعد مراتب خارجی مخلوقات ہیں۔

7۔ اعیان ثابتہ مخلوقات، حقائق کونیہ، طباع ممکنات پر اسماء وصفات الہی کی تجلی ہوتی ہے یا یوں کہیے کہ علم کے ساتھ قدرت الہی ملتی ہے تو ان دونوں کے ملنے سے جو چیز نمایاں ہوتی ہے وہ مخلوقات وممکنات ہیں۔

8۔ اعیان ثابتہ وحقائق ممکنات پر ویسی ہی تجلی ہوتی ہے جیسا کہ ان کا اقتضاء ہے۔

9۔ حقیقت کلی پر تجلی کلی اور حقیقت جزئی پر تجلی جزئی ہوتی ہے۔قدر وسع آئینہ ظاہر ہوتی ہے صورت سے۔

10۔ تقدیر ایک ایسا نظام العمل اور پروگرام ہے جس کے تحت عَالم میں سب کچھ نمایاں ہو رہا ہے۔

11۔ الف سے باء پیدا ہوا، باء کا نتیجہ جیم ہے، جیم کو دال لازم ہے تو یہ استلزام ہے نہ کہ جبر۔جبر کیا ہے؟ کسی کو اس کے افعال طبعی سے کسی خارجی قوت کا روکنا۔

12۔ وجود مطلق، خیر مطلق ہے اور عدم محض شر محض ہے۔وجود اضافی کے ساتھ عدم اضافی لگا رہتا ہے لہذا اس سے کچھ خیر کچھ شر ظاہر ہوتا ہے۔

13۔ مرکبات کو جو اعتباری مگر واقعی ہونے میں، مخلوقیت مجعلویت یعنی ہونا عارض ہوتا ہے نہ کہ بسائط کو۔

14۔ مرکب گو اعتباری ہوتا ہے مگر اس کی بھی ایک طبیعت روح ہوتی ہے اور اس کے لوازم وآثار ہوتےہیں جو اجزاء کے آثار کے سوا ہیں۔خلق بسیط نہیں ہوتا، غیر میں مخلوقیت ہے، اجزاء کے احکام ہیں اور کل کی اور علامت ہے۔

15۔ علم معلوم کا تابع ہوتا ہے۔یعنی جیسی چیز ہوتی ہے ویسا ہی خدائے تعالیٰ جانتا ہے۔یہ کچھ اور ہے اور جانتا کچھ اور طرح ہے۔

16۔ انقلاب حقائق جائز نہیں۔پس عدم وجود نہیں ہوسکتا نہ وجود عدم۔

17۔ وجود علمی کو ثبوت اور وجود خارجی کو وجود کہتے ہیں۔بعض دفعہ ثبوت وجود علمی کو عدم بھی کہتے ہیں۔لہذا اعان ثابتہ جو معلومات حق ہیں، غیر موجود فی الخارج اور معدوم ہیں۔

18۔ عین ثابتہ کی استعداد کلی کے مطابق، عین خارجی کے استعدارات پیدا ہوتے ہیں۔

19۔ حق تعالیٰ سے ہردم وہر لحظہ امداد وجود ہے اور ممکن ومخلوق ہر لحاظ اس کی طرف محتاج ہے۔حق تعالیٰ کی ذات اقدس قیوم السماوات والارض ہے۔

20۔ ظہورات وتعلقات کے حدوث سے اصل شئی کا حدوث لازم نہیں آتا۔

20۔ شے کے دو تعین ہوتےہیں،ایک تعین ذاتی، ذات کے لحاظ سے جو کبھی نہیں بدلا۔اور دوم تعین وصفی جو اوصاف کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔اس تعین کے بدلنے سے ذات کی جزئیات وتشخیص پر کوئی اثر نہیں پڑتا[[12]](#footnote-13)۔

21۔ عقل اپنے طور پر اپنی قوتوں کے ذریعے معرفت خداوندی پر قادر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا علم سلبی ہے۔

22۔ احکام شریعت کے اسرار ورموز کا علم بھی عقل کی پہنچ سے باہر ہے۔یہ علم انبیائے کرامؑ سے خاص ہے۔شریعت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا سب کے لیے ضروری ہے اس کے لیے انبیاء کرام کے خصوصی علم پر اعتماد کرنا لازم ہے۔

23۔ الہام اور علم لدنی میں فرق ہے، علم لدنی کو الہام پر کئی گنا فضیلت حاصل ہے، علم لدنی ایک اعتبار سے قطعی ہے۔

24۔ معرفت الہی کے راستے میں دلیل وبرہان کشف مشاہدہ کو فضیلت حاصل ہے۔

25۔ قلب محل معرفت ہے۔

26۔ وجود حقیقی واحد ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور نہ ضد ہے۔چنانچہ عارف اس امکانی کائنات کو جو مفارقت اور کثرت کا گہوارہ ہے۔معدوم دیکھتا ہے اور وہ سوائے ذات حق کہ عین وحدت ہے، کے علاوہ کوئی چیز نہیں پاتا یہاں غیریت تو ہے ہی نہیں نہ کوئی واصل ہے نہ موصول، نہ اس کی کوئی صورت ہے نہ شکل ہے ، نہ کلی نہ جزئی، نہ خاص نہ عام، تمام تر قیود سے پاک اور مطلق آزاد بلکہ قید اطلاق سے بھی منزہ اور پاک ہے۔

27۔ محققین اور متلاشئ حق کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز موجود نہیں ہے اور اگرچہ ہم موجود ہیں تاہم وجود اس کی وجہ سے ہے اور جو وجود غیر کی وجہ سے ہو وہ معدوم کے حکم میں ہوتا ہے۔

28۔ اعیان ثابتہ کی اصطلاح سب سے پہلے ابن عربی نے استعمال کی، اس سے مراد حق میں قائم اشیاء کئ حقائق وذوات اور ماہیات ہیں بالفاظ دیگر یہ اشیاء کی علمی صورتیں ہیں جو ازل سے علم الہی میں ثابت ہیں[[13]](#footnote-14)۔

شیخ ابن عربی کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے جن میں بعض کے نام یہ ہیں؛

1. کتاب الاحتفال فیما کان علیہ رسول اللہﷺ من سنن الاحوال
2. کتاب الجمع والتفصیل فی اسرار معانی التنزیل
3. الجذوۃ المقتبسة والخطرة المختلسة
4. مفتاح السعادة فی معرفة المدخل الی طریق الارادة
5. مثلثات الواردة فی القرآن
6. الاجوبة علی المسائل المنصوریة
7. مبائعة القطب بحضرة القرب
8. مناھج الاتقاء الی افتضاض ابکار البقاء المخدرات بخمیات اللقاء
9. کتاب کنہ مالا بد للمرید منہ
10. الحلی فی اسرار روحانیات الملاء الاعلیٰ
11. المحکم فی المواعظ والحکم وآداب رسول اللہﷺ
12. کسف المعنی عن سر اسماء اللہ الحسنیٰ
13. الدلیل فی ایضاح السبیل
14. عقلة المستوفز فی احکام الصنعة الانسانیة
15. التحقیق فی بیان السر الذی وقر فی نفس ابی ابکر صدیقؓ
16. الاعلام باشارات اھل الالھام
17. السراج الوھاج فی شرح کلام الحلاج
18. الافھام فی شرح الاعلام
19. المنتخب فی سائر القرب
20. نتائج الاذکار وحدائق الاذھار
21. المیزان فی صفة الانسان
22. مفتاح السعادة
23. کنزالاسرار فیما روی عن النبی المختار من الادعیة والاذکار
24. مشاھد الاسرار القدسیة ومطالع الانوار الالھیة
25. انزال الغیوب علی مراتب القلوب فیما لنا من سجع وشعر
26. تاج الرسائل ومجھاج الوسائل
27. اشارات القرآن فی عالم الانسان
28. الجلال والجمال
29. فصو ص الحکم
30. فتوحات المکیة
31. کتاب الاحسان
32. کتاب الفلک والسماء
33. کتاب المجد
34. کتاب النور
35. الاعلاق فی مکارم الاخلاق
36. الاشارات فی اسرار الاسماء الالھیات والکنایات[[14]](#footnote-15)

یہ تو محض مشت نمونہ خروار ہے، ان کی کتابوں کی تعداد ڈاکٹر محسن جہانگیری پانچ سو گیارہ بیان کی ہے[[15]](#footnote-16) جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ ابن عربی کو تمام تر علوم پر کمال کی دسترس حاصل تھی، اور بالخصوص قرآن اور حدیث کے بعد فلسفہ اور تصوف پر ان کی کس قدر بالغانہ نظر تھی۔انہوں نے قرآن مجید پر ایک تفیسر بنام "التفسیر الکبیر" لکھنا شروع کیا تو سورۃ کہف تک ننانوے جلدوں میں تفیسر مکمل کی اور ابھی آدھے قرآن کی تفسیر لکھنےکو رہتی تھی کہ اجل نے جلدی کی اور آپ کو دنیا سے اٹھا لیا۔اس تفسیر کا ہر جزو ایک اتھاہ سمندر کی طرح علمی وتحقیقی جواہر پاروں سے لدا ہوا ہے[[16]](#footnote-17)۔ابن عربی کی مشہور زمانہ کتابوں میں جو کتا بیں شامل ہیں ان میں سب سے بڑی اور سب سے بڑھکر دائرۃ المعارفی حیثیت رکھنے والی کتاب فتوحات ہے جس کے پانچ سو ساٹھ ابواب ہیں اور وہ اصول مابعد الطبعیات، مختلف متبرک علوم اور خود ابن عربی کے روحانی تجربات پر روشنی ڈالتی ہے۔یہ کتاب اسلام کے علوم باطنی کا خلاصہ پیش کرتی ہے جو اپنی گہرائی اور گیرائی کے اعتبار سے پہلے اور بعد پر یہ کتاب بالاتر سمجھی جاتی ہے۔خود اس میں لکھتا ہےکہ یہ کتاب الہامی ہے[[17]](#footnote-18)۔اور جہاں تک ابن عربی کی سب سے زیاہ پڑھی جانے والی کتاب کا تعلق ہے تو وہ ہے "فصوص الحکم"۔یہ کتاب ستائیس ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب اسلام کی تعلیم باطنی کے اساسی عقائد کے لیے وقف ہے۔اس کی تصنیف 676ھ/ 1229ء میں کی گئی تھی۔شیخ کا کہنا ہے کہ یہ کتاب رسول اللہﷺ کی زیارت کا نتیجہ ہے۔رسول اللہﷺ ہاتھ میں ایک کتاب پکڑے ہوئے تھے اورآپ نے شیخ سے فرمایا کہ یہ لے لو اور اسے ساری دنیا میں پھیلادو تاکہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں[[18]](#footnote-19)۔شیخ ابن عربی کی مقبولیت عالم اسلام میں بالخصوص برصغیر میں ان کے نظریہ "وحدت الوجود" سے ہوئی۔شاہ عبدالرحیم ، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا اشرف علی تھانویؒ تک یہ مسئلہ اجتماعی صورت اختیار کرگیا ہے۔مولانا تھانویؒ نے التکشف، بوادراالنوادر، اور کلید مثنوی میں اس کی تائید وحمایت کی ہے۔اور تشریح وتوضیح میں سینکڑوں صفحے لکھے ہیں کہ ابن عربی اور ان کے نظریے کے مخالفین میں علامہ ابن تیمیہ کا نام شدومد سے لیا جاتا ہے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں ابن عربی کی جو کتابیں ملتی تھیں ،وہ تحریف شدہ ہوتی تھیں[[19]](#footnote-20)، حالانکہ وہ خود ببانگ دہل کہا کرتے تھے کہ جو حقیقت خلاف شریعت ہو وہ زندقہ باطلہ ہے[[20]](#footnote-21)۔مولانا عبیداللہ سندھی اور میاں نذیر حسین دہلوی کے بقول ان کی آخری تصنیف "فتوحات مکیہ" ہے جو سب کی ناسخ کتاب ہے جس سے وہ اعتراضات دفع ہوجاتے ہیں جو فصوص الحکم پر وارد ہوتے ہیں[[21]](#footnote-22)۔ابن عربی پر تنقید کرنے والے اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے یا تو ابن عربی کو پڑھا نہیں ہوتا ہے اور یا پھر ان کی کتابوں کے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے[[22]](#footnote-23)۔کیونکہ وہ زیادہ تر مشاکلہ استعمال کرتے ہیں اور مشاکلہ ایک لفظ کا دوبارہ ایسے آنا کہ پہلی بار اس کا ایک معنی ہو اور دوسری بار اس کے معنی دوسرے ہوں۔مثلاً قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے؛

إنما نحن مستهزئون، اللَّه يستهزئ بهم[[23]](#footnote-24)

یا ارشاد خداوندی ہے؛

ومكروا ومكر اللَّهُ واللَّهُ خيرُ الماكِرين[[24]](#footnote-25)

اب ان آیات میں بظاہر ایک لفظ دو بار آیا ہے لیکن دونوں بار اس کے معنی نسبت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔اسی طرح ابن عربی کے ان الفاظ یعبدنی ربی واعبدہ کے معنی بظاہر کفریہ لگتے ہیں لیکن اس کو اگر مشاکلہ پر پرکھا جائے تو اس کو سمجھنے کے لیے زیادہ تاویل کی ضرورت نہیں کہ اللہ میرا رب ہے وہ میری ضروریات کو پورا کرتا ہے اور مجھے رزق دیتا ہے کیونکہ یہ اس نے اپنے ذمے لگایا ہے اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں جو میرے ذمے ہے۔بقول پروفیسر پروفیسر خلیق احمد نظامی کوئی ایک ایسا بہترین صاحب دل ودماغ شخص نہیں گزرا جو ابن عربی سے متاثر نہ ہوا ہو اور ان کا فلسفہ تصوف کی روح نہ بن گیا ہو[[25]](#footnote-26)۔دوسری طرف امت مسلمہ کے کئی نامور حضرات ابن عربی پر سخت تنقید کرتے ہیں مثلاً برصغیر کے مشہور فلسفی علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کہا کرتے تھے کہ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب میں سے ایک ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود بھی ہے[[26]](#footnote-27)۔

اصل میں شیخ سے پہلے جو صوفیاء ہوگزرے ہیں جن میں ابونصر حلاج، سیدعلی ہجویری، ابوطالب مکی، القشیری، خواجہ عبداللہ انصاری،جنید بغدادی، سفیان ثوری اور سید عبدالقادر جیلانی تو ان سب کا خیال تھا کہ تصوف کا بنیادی مقصد معرفت خداوندی کے لیے عملی جدوجہد کرنا ہے۔تصوف کی موشگافیوں اور فکری ونظری پہلوؤں کو زیربحث لانے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ان مسائل میں الجھنا ان کے نزدیک نہ صرف خطرناک تھا بلکہ غیر مستحسن تھا۔مگر ابن عربی نے اب صوفیاء وشیوخ کے اصولوں سے مکمل انحراف کرتےہوئے پہلی بار کھل کر ان موضوعات پر بحث کیا اور نہایت نفاست اور بلند نظری کے ساتھ عرفانی حقائق کو آشکارا کیا۔اگرچہ وحدت الوجود کی تصوراتی چھائیاں پہلے سے موجود تھیں لیکن اسے سب سے پہلے آشکارا اور عیاں ابن عربی نے کیا۔نظریہ وحدت الوجود دراصل نظریہ توحید کی مابعد الطبیعی توجیہ ہے جس کا مرکزی دعویٰ یہ ہے کہ عالم ہست وبود میں موجود تمام اشیاء وانفاس اپنی حقیقت وجودی کے لیے ذات واحد کے مرہون منت ہیں۔جب ان کی عارضی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے تو وہ ذات واجب مطلق میں دوبارہ ضم ہوجاتی ہیں۔موجودات خدا کی حقیقت کا عکس ہے۔شیخ کے نقطہ نظر سے حق تعالیٰ عین واحد ہے اور تعینات کثیر ۔یہ تعنیات محض نسبتی اور اضافی نوعیت کے ہیں جو عین واحد کے بغیر متحقق نہیں ہوتے۔دار ہستی میں عین واحد کے ماسوا کوئی موجود نہیں ۔وہی ایک ذات جو اپنی حقیقت پر قائم رہتے ہوئے مظاہر میں جلوہ ریز ہے اور کثرت کے ظہور کی وجہ سے ہے۔ابن عربی کے توحید کےبارے میں خیالات پر اسلامی علم الکلام کے معتزلی اور اشعری تنازعات کا گہرا عکس موجود ہے۔شیخ دونوں مکاتیب فکر کے اثرات قبول کرتے ہیں تاہم ان کا نقطہ نظر اس لحاظ سے ایک نئے مزاج کا حامل ہے[[27]](#footnote-28)۔

مادی نقطہ نظر اور مادی طریق فکر یورپ میں استغراق وفنا کے ایسے درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ مغربی اشخاص اور اہل فکر ماسوا کو بالکل بھول گئے، فلسفہ اشتراکیت کا امام کارل مارکس(1818-1883ء) جیسے لوگ اس مادی استغراق اور فنا کی بہترین مثال ہیں کہ اس کے نزدیک پوری انسانی تاریخ معاشرتی طبقوں کی باہمی جنگ کی داستان ہے۔ وہ اقتصادی پہلو کے علاوہ انسانی زندگی کے تمام دوسرے پہلوؤں کی اہمیت اور اثر کا منکر ہے وہ دین ، اخلاق روح، قلب، حتی کہ عقل کو کوئی وزن نہیں دیتا اور اس کے نزدیک ان میں سے کسی کو بھی انسان کی تاریخ میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں، تاریخ کی قریباً ساری جنگیں، بغاوتیں اور انقلابات محض ایک انتقام تھا جو چھوٹا اور خالی پیٹ ایک بڑے بھرے ہوئے پیٹ سے لینا چاہتا تھا، وہ محض ایک جدوجہد جو اقتصادی نظام کی تشکیل جدید اور صنعتی پیداوار کے طریقوں کی تنظیم جدید کے سلسلہ میں پیش آئی اور اس بنا پر یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ مذہبی جنگیں بھی اس کے نزدیک اقتصادی طبقات کی باہمی کش مکش کا نتیجہ تھیں، ایک جماعت دولت کے ذرائع اور پیداوار کے طریقوں پر قابض ہوگئی تھی اور دوسری اس میں شرکت کرنا اور اپنا واجبی حصہ لینا چاہتی تھی یا ان کی ازسرنو تشکیل وتنظیم کرنا چاہتی تھی۔پہلی جماعت کے مدافعت کرنے پر وہ جنگیں شورشیں او انقلاب واقع ہوئے جن کو تاریخ مختلف ناموں سے یاد کرتی ہے،یہ ایک طرفہ فلسفہ کسی مذہبی جہاد کسی دینی اصلاح کسی روحانی جدوجہد کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کرنے کے لیے تیار نہیں ۔یہ ہے مغرب کا مادی تصوف اور یورپ کا اقتصادی فلسفہ وحدۃ الوجود۔

چونکہ مشرقیوں پر روحانیت، خداشناسی اور خداطلبی کا غلبہ تھا اس لئے اس سلسلہ میں جن لوگوں پر استغراق طاری ہوا اور مغلوب الحال ہوئے انہوں نے اللہ کے سوا ہرشئی کے وجود کی نفی کی اور غلبۂ حال میں "لاموجود الا اللہ" کا نعرہ بلند کیا۔یورپ کے مفکرین پر چونکہ مادیت کا غلبہ تھا اور اس میں ان کو درجہ استغراق وفنا حاصل تھا۔اس لیے اپنے غلبہ حال میں انہوں نے اقتصادی پہلو کے علاوہ ہرچیز کی نفی کی اور "لاموجود الا البطن" کی آواز بلند کی۔مشرق کے صوفی انسان کو سایہ ربانی سمجھتے تھے اور بعض مغلوب الحال "انا الحق" پکار کراٹھتے تھے،مغرب کے مادہ پرست انسان کو صرف ایک وجود حیوانی سمجھتے ہیں اور آج ہر طرف سے"انا الحیوان" کی صدائیں آرہی ہیں[[28]](#footnote-29)۔

1. • اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات جامعہ الحمد اسلامک اسلام آباد [↑](#footnote-ref-2)
2. •**•** چئیرمین شعبہ اسلامیات جامعہ الحمد اسلامک اسلام آباد [↑](#footnote-ref-3)
3. [↑](#footnote-ref-4)
4. Sharif, M.M(1964), **A History of Muslim Philosophy**, ed 7th, Article ; Ibn—Arabi, A life and Works by Affifi, p. 399 [↑](#footnote-ref-5)
5. عبد الحي بن أحمد بن محمد ابن العماد العَكري الحنبلي، **شذرات الذھب** في أخبار من ذهب، دار ابن كثير، دمشق 1986،7 : 332 [↑](#footnote-ref-6)
6. **احمد بن محمد المقری، نفح الطیب**، دارصادر 1968م، 2 : 162 [↑](#footnote-ref-7)
7. محمد بن احمد ذھبی،**سیر اعلام النبلاء**، دارابن کثیر دمشق 1414ھ، 16 : 310 [↑](#footnote-ref-8)
8. مذکور، 2 : 162 [↑](#footnote-ref-9)
9. Landua, Rom**, The Philosophy of Arabi**, (London: Gerge Allen, Unwin, 1959.), p.16 [↑](#footnote-ref-10)
10. حسین نصر، **تین مسلمان فیلسوف**، ترجمہ پروفیسر محمد منور، لاہور: ادارہ اشاعت اسلامیہ، 2011ء، ص 130-132 [↑](#footnote-ref-11)
11. شاہ ولی اللہ ، **الانتباہ فی سلاسل الاؤلیاء**، اردو ترجمہ محمد فاروق قادری، لاہور: ادارہ اسلامیہ، سطن، ص 138 [↑](#footnote-ref-12)
12. مولانا عبدالقیوم صدیقی، **مقدمہ فصوص الحکم لابن عربی**، لاہور: اسلامی کتب خانہ ، سطن ، ص 30-32 [↑](#footnote-ref-13)
13. **مقدمہ فتوحات مکیہ**،محمد فاروق القادری، رحیم یارخان: دارالعلم والمعرفۃ ، 2004ء، ص 36-37 [↑](#footnote-ref-14)
14. شیخ کی کتابوں میں سے 192 کتابوں کا ذکر شیخ ابراہیم بن عبداللہ بغدادی نے اپنی کتاب " الدرالثمین فی مناقب الشیخ محی الدین" میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ شیخ کی کتابوں کا محض تذکرہ ہے ، اس سے ان کی کتابوں کا احاطہ مقصود نہیں کیونکہ بعید ہے کہ ان کی کتابوں کا احاطہ کیا جاسکے۔(ڈاکٹر فردوس سہیول، **مناقب ابن عربی**، لاہور: کتاب محل، 2014ء، ص 45-60) [↑](#footnote-ref-15)
15. ڈاکٹر محسن جہانگیری، **ابن عربی؛حیات وآثار**، اردو ترجمہ احمد سہیل، لاہور: مطبوعہ مکتبہ علمیہ ، سطن، ص 119 [↑](#footnote-ref-16)
16. مذکور، ص 62 [↑](#footnote-ref-17)
17. دیکھیے ابن عربی کی کتاب "**فتوحات مکیہ**"، اردو ترجمہ محمد فاروق القادری، رحیم یارخان، دارالعلم والمعرفۃ ، 2004ء [↑](#footnote-ref-18)
18. حسین نصر، **تین مسلمان فیلسوف**، ترجمہ پروفیسر محمد منور، لاہور:ادارہ اشاعت اسلامیہ، 2011ء، ص 138 [↑](#footnote-ref-19)
19. **مقدمہ فتوحات مکیہ**،محمد فاروق القادری، ص 39 [↑](#footnote-ref-20)
20. مذکور [↑](#footnote-ref-21)
21. مولانا عبیداللہ سندھی، **شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک**، لاہور: پنجاب اشاعت گھر، 1942ء، ص 145 [↑](#footnote-ref-22)
22. **مقدمہ فتوحات مکیہ**،محمد فاروق القادری، ص 43 [↑](#footnote-ref-23)
23. **القرآن**، 2: 14-ـ 15 [↑](#footnote-ref-24)
24. **القرآن**، 3: 54 [↑](#footnote-ref-25)
25. پروفیسر خلیق احمد نظامی، **تاریخ مشائخ چشت**، اسلام آباد: دارالمؤلفین، ص 162 [↑](#footnote-ref-26)
26. محمد اقبال آفاقی، **ابن عربی؛ احوال اور وحدت الوجودیت**، اسلام آباد: رسالہ الحکمت،2011ء، ص 7 [↑](#footnote-ref-27)
27. مذکور ، ص 10 [↑](#footnote-ref-28)
28. ابوالحسن علی ندوی، **انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر**، کراچی: مجلس نشریات اسلام، سطن، ص 238-240 [↑](#footnote-ref-29)